گوشۂ رمضان

طلوعِ قرآن' شبِ قرآن' شکرانۂ قرآن

محمود فاروقی

ادبِ اسلامی کی معروف شخصیت محمود فاروقی مرحوم اب ہمارے درمیان نہیں' لیکن ان کی یادگار تحریریں موجود ہیں۔ ان کا قلم اِعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وقف تھا۔ ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے انھوں نے منفرد اور ممتاز مقام حاصل کیا۔ ایک روزنامہ میں "محراب و منبر" کے عنوان سے کئی برس تک تاریخ اسلامی کی جھلکیاں نہایت دلکش انداز سے پیش کیں۔ زندگی کا آخری حصہ انھوں نے شکاگو سے ایک ریڈیو پروگرام "تجلی" پیش کر کے گزارا۔ ان کا انتقال ۶ مارچ ۱۹۹۱ کو ہوا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین۔

رمضان المبارک اور عید کی مناسبت سے "تجلی" سے تین نشریات یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔

۱

آخری چراغ

خلوت غارِ حرا کا ایک انعکاس

وہ شرارِ زندگی جو جنت سے زمین پر اترا' وہ چراغ جو اندھیرے سمندر میں سفینۂ نوحؑ کو روشن کررہا تھا' وہ روشنی جسے ابراہیمؑ شہرِ اُر سے لے کر چلے تھے' جو کبھی دیدۂ یعقوبؑ میں نور بن کر اتری تھی' پھر کبھی روزنِ زنداں سے یوسفِؑ کنعاں تک پہنچی تھی' جو فرعون کے دربار میں موسیٰؑ کے روشن ہاتھ پر جلوہ فگن ہوئی تھی' جس سے سلیمانِؑ اعظم نے اپنے ہیکل کو مُنوّر کیا تھا' اور جو صدیوں تک یروشلم کے مناروں پر فروزاں رہی' اور پھر جب یروشلم اس روشنی سے محروم ہوگیا تو عیسیٰؑ ابنِ مریم مسیحِ ناصری اس چراغ ہدایت کو تھامے ہوئے پہاڑی پر چڑھے اور

انھوں نے اپنے حواریوں کو خوش خبری سنائی:

اندھیری دنیا کا چراغ روشن ہو کر رہے گا۔ تب سارے چہرے پہچان لیے جائیں گے کہ کون خداوند خدا کی بادشاہت کا طلب گار ہے، اور کون روشنی سے منہ پھیر کر الٹے قدم بھٹکنے والا گنہگار ہے!

اُف یہ بھیانک کائی

دنیا کے قدیم، مقدس ترین شہر میں زندگی بہت فرسودہ اور زنگ آلود ہوگئی تھی۔ موت کی طرح دھندلا گئی تھی۔ ذہنوں میں صدیوں کا جمود اور برسوں کا تعطّل کائی کی طرح جم گیا تھا۔ یہ کائی بہت پرانی، تہہ بہ تہہ تھی۔ اس پر کاہنوں کے بے ربط مگر ہَول انگیز بول ثبت تھے، مُقدّس مزامیر میں پڑھی جانے والی ناقابلِ فہم روایات جذب تھیں۔

یہ تہہ بہ تہہ کائی! ذہن پر، خیال پر، علم پر، فکر پر، انسان کے اندر، انسان کے باہر، سب جگہ اس کائی نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اس سے کیسے چھٹکارا ملے۔

کیسے ہیں یہ لوگ!

یہ لوگ جو حرم کے گرد چکر لگاتے ہیں، جو بازاروں میں لین دین کرتے ہیں، جو سامانِ تجارت سے لدے ہوئے اونٹ لے کر صحرا کا دل چیرتے کبھی شام، کبھی مدائن کی طرف نکل جاتے ہیں، جو عکاظ کے میلے میں سڑی ہوئی کھجوروں کی شراب پیتے، اور پانسے پھینک کر جُوا کھیلتے، اور اپنے روایتی آہنگ میں شعر کا جواب شعر سے دیتے، اور بات بات پر تلواریں چمکاتے، نظر آتے ہیں، جو سنگ دلی سے اپنی نومولود بیٹیوں کا گلا گھونٹ کر زمین میں دبا دیتے ہیں، جو بے جان پتھروں کے سامنے پیشانی جھکائے گڑگڑاتے ہیں، جو اپنے غلاموں سے وحشیانہ سلوک کرتے ہیں، جو لین دین میں دھوکہ اور فریب کو ہُنر جانتے ہیں، جن کے بوڑھے، حریص، اور دقیانوسی توہمات میں مبتلا ہیں، جن کے نوجوان لہو و لعب میں اور اوچھے مشغلوں میں منہمک ہیں۔ یہ غصے کے، نفرت کے، حسد کے بھوت! ارے یہ لوگ محبت سے کتنی دُور چلے گئے ہیں! انھیں کون واپس لائے؟

اندھیرا، ہولناک اندھیرا

یہ کیسا اندھیرا ہے؟

علم کی گپھاؤں میں بڑا ہولناک اندھیرا ہے۔ فکر و خیال کی دنیا حرکت و تموج سے محروم ہے۔

تحقیق کی راہیں تاریک پڑی ہیں۔ تلاش کرنے والے صدیوں پہلے نہ جانے کب آئے تھے۔ اور اب، قرن ہا قرن سے منزلیں گوش بر آواز، آنے والے قدموں کی راہ تک رہی ہیں! کوئی ہلکی سی چاپ؟ کسی دامنِ گزراں کی سرسراہٹ؟ کسی عطر سامان رہ نورد کی مہک؟

نہیں نہیں، کچھ بھی نہیں! کوئی بھی نہیں! اس طرف کوئی نہیں آیا! نہ صدا، نہ بازگشت! کچھ بھی نہیں! بس ایک سنسناتا ہوا تاریک خلا ہے! تاریک خلا میں کچھ سجھائی نہیں دیتا! آسمان زمین سے بہت دُور چلا گیا! بہت اونچا! دُور دُور تک ہلکی شعاع بھی نہیں دکھائی دیتی! دل اندھیرے ہیں، اور روحیں تاریک! اندھیرا! افق سے افق تک اندھیرا!

اور یہ آوازیں

یہ کیسی آوازیں ہیں؟

اس تاریک خلا میں مختلف سمتوں سے آتی ہوئی، یہ پُراسرار آوازیں! کاہنوں کے بے ربط مگر ہَول انگیز بول! ناقابلِ فہم پیچ در پیچ روایتوں کے تذکرے! چیختے چلّاتے توہمات! بھنبھناتے ہوئے سحر!

اندھیرا پُراسرار تھا۔ اس کا بولتا ہوا سکوت پُراسرار تھا۔ اس پردۂ سکوت میں دُور سے آتی ہوئی آوازیں، صدیوں کی سرگوشیاں، آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ قیاس و گمان حقیقت و یقیں سے الجھے ہوئے تھے۔ یوں: ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی بنیادیں رکھی تھیں۔ موسیٰؑ بنی اسرائیل کو سمندر کا دل چیر کر اپنے ساتھ لائے تھے۔ عیسیٰؑ نے آسمانی رحمتوں کی بشارت سنائی تھی۔

یہ اللہ کے فرستادہ مقدس بندے تھے۔

نہیں نہیں، یہ اللہ کے اوتار تھے!

یہ اللہ کے بیٹے تھے!

یہ جز بھی تھے، کُل بھی! ارے یہ تو خود خدا تھے!!

تجلی! وہ تجلی کہاں ہے؟

اندھیرے سکوت سے بلند ہوتی ہوئی مدھم پڑتی ہوئی یہ آوازیں کتنی متضاد، پُراسرار اور کتنی پریشان کن تھیں!

مگر آہ! حقیقت کیا ہے؟ حقیقت کہاں ہے؟ تجلی! وہ تجلی کہاں ہے؟ کہاں! کیوں؟ کیسے؟ کس کے ذریعہ؟

اُمّ القُریٰ سے چھ میل کے فاصلہ پر حرا کی سنگین خاموشی میں یہ سوال بڑی اہمیت اختیار کرگیا تھا۔ آنکھیں نیم وا تھیں۔ لب بند تھے۔ روح بے قرار تھی، بے چین و مضطرب تھی، سراپا سوال تھی، اور سراپا، مجسم روح تھا۔ ایک خاموش مگر بولتا ہوا سوال! ایک بولتی ہوئی مگر خاموش روح!

تجلی! وہ تجلی کہاں ہے ؟؟

حرا کی خنک خاموشی میں انتظار کتنا بھاری اور بوجھل ہوگیا تھا!

مگر ایک شام

آخر ایک شام، ڈوبتے سورج کی زرد دھوپ میں، حدّتِ شوق اور گرمیِ طلب نے حرا کی سنگینی کو پگھلا دیا! پَروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی! اللہ کا مُقدّس فرشتہ اس تجلی کو جلو میں لیے نمودار ہوا، جو وقفہ وقفہ سے زمین پر اترتی رہی تھی، جس کا دنیا کو عرصہ طویل سے انتظار تھا۔ تجلی نمودار ہوئی، گراں بار پلکیں اٹھیں۔ نظارہ، چشمِ منتظر میں گھل گھل گیا! دلِ بے تاب کا ہر شگوفہ کِھل کِھل اٹھا! روح کے تشنہ لب نم نم ہوگئے! سوال کا جواب مل گیا! گتھیاں سلجھ گئیں! حقیقت واشگاف ہوگئی! فرشتے نے اللہ کا کلام سنایا۔

رب کائنات کے اپنے بول! جن میں زم زم کی طراوت اور کوثر کی شیرینی گھلی ملی تھی!

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ○ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ○ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ○ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ○ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَالَمۡ یَعۡلَمۡ ○ؕ (العلق ۹۶: ۱ - ۵)۔

پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا! جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو! اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

اللہ کے رسولؐ نے پڑھا۔ اور صدیوں سے جمی ہوئی کائی پھٹ گئی۔ زمانوں کا جمود ٹوٹ گیا۔ اندھیرے بھاگے۔ حرا جگمگا اٹھا۔ اور پھر حرا سے نکلنے والی تجلی نے زمانے کو روشن کردیا۔ دنیا کو اس کا گم شدہ چراغ مل گیا! اور ایک نئے دَور کا آغاز ہوگیا!

کِرن کِرن اجالے

راہ نمائی کا ستارہ دامنِ شب پر ہیرے کی طرح دمک رہا تھا۔ اللہ رب العالمین نے پردۂ شب کو چاک کرکے روئے سحر کو جلوہ آرا کردیا تھا۔ اندھیروں اور ظلمتوں کا دَور ختم ہو رہا تھا۔ اجالے

کرن کرن بڑھے چلے آرہے تھے۔ اور اس نور و ظلمت کی حدِ فاصل پر اللہ کا آخری رسولؐ کھڑا ہوا اللہ کی آیات پڑھ رہا تھا۔ اس کے مخاطب اس کے اپنے وطن، اپنے قبیلے کے لوگ تھے۔ اس کے مخاطَب دنیا جہان کے لوگ تھے۔ اس کا خطاب زندگی کے آخری کنارے تک کے لیے تھا۔ ان سارے زمانوں تک کے لیے جو مستقبل کے بطن میں پوشیدہ تھے۔ کروڑوں انسانوں کے لیے جو پیدا ہو چکے تھے اور جو عالمِ وجود میں آنے والے تھے ان سب کے لیے، جو دامنِ صفا سے عرصہ قیامت تک پھیلے ہوئے تھے۔ نسل در نسل! عصر بہ عصر!

۲

برکتوں والی رات

جب آسمان سے فرشتے اترتے ہیں

شب قدر کی فضیلت نزول قرآن کی وجہ سے ہے۔ قرآن پاک عالمِ انسانی کے لیے ایک خیرِ عظیم بن کر نازل ہوا۔ وہ رات جس میں قرآن نازل ہوا، وہ اپنی فضیلت و برکت و اجر میں ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس رات اللہ نے اپنے بندوں کے لیے وہ نعمتِ عظمیٰ اتاری ہے جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی، مدت ہائے دراز میں، انسانیت کی بھلائی کے لیے وہ کام نہیں ہوا جو اس ایک رات میں ہوا۔

اس نعمت کا شکرانہ، برکتوں والا مہینہ رمضان ہے، اور اس نعمت کو زندگی میں برتنے کی تربیت تیس دن کے فرض روزوں کے ذریعہ ملتی ہے، کہ اللہ کے اس انعام و اکرام پر ہم اپنے آپ کو، اپنے جسم و جان کو اپنے مالک کے حضور پیش کردیتے ہیں کہ ہماری تمام تر متاعِ حیات تیرے لیے وقف ہے، اس پر تیرا ہی حق ہے، تو ہی اس کا مالک و مختار ہے، جس طرح تو اسے رکھنا چاہے رکھ، جس کام میں اسے لانا چاہے لا۔ ہم بس تیرے ہیں، کسی اور کے نہیں۔

محبت کا تعلق

اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ تعلق محبت کا ہے۔ یہ سارا نظامِ کائنات اس کی محبت و رفاقت کی علامت ہے کہ اسے اللہ نے صرف انسان کے لیے ہی بنایا ہے۔

سورج کی گرمی، چاند کی خنکی، پانی کی نمی، ہوا کی روانی، موسموں کی تبدیلی، آگ کی تپش،

خاک کا ثبات' بادلوں کا ترشح' خانۂ قدرت میں قوت و حرکت کی تمام تر کار فرمائیاں۔ یہ سب کچھ اللہ نے انسان کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ہی تخلیق کیا ہے۔ انسانی زندگی کی ایک ایک ضرورت کی تکمیل کے لیے ارض و سما کی تمام تر قوتوں کو اس کے لیے وقف کردیا ہے۔ بڑی بڑی چیزوں کا ذکر کیا' دیکھیے' انسانی رزق کو لذیذ بنانے والے کتنے ہی چھوٹے بڑے بیج بنائے ہیں جن سے ہم اپنے پکوان کے مصالحے تیار کرتے ہیں۔ یہ نہ ہوتے تو افطار و سحری کے پکوان کتنے بے مزہ اور پھیکے ہو جاتے۔ غرض اس نے زندگی دی ہے تو زندگی کا سارا سروسامان بھی دیا ہے۔

ہدایت کا احسان

اللہ کا دوسرا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے زندگی کی اَن گنت راہوں میں سیدھی راہ کی نشاندہی کردی' اور اپنے فرستادہ نبیوں اور رسولوں کے ذریعے راہ راست کی واضح نشانیاں بتا دیں' کہ چلنے والے بے خطر اس راہ پر چلیں اور خیروہدایت کی منزل پر بھٹکے بغیر پہنچ جائیں۔

خالق پر بندوں کے دو ہی حق ہیں' ایک رزق' دوسرا ہدایت۔ ربِ کریم نے اپنے بندوں کے یہ دونوں حق ادا کردیے کہ ان کے جسم و روح دونوں کی ضروریات کے سامان پیدا کر دیے۔ وہ اپنے بندوں کے لیے اس پورے نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے کہ وہ اس کی مخلوق کے لیے قائم و برقرار رہے' اور اس کا آب و دانہ اور اس کی زندگی کی تمام تر حاجتوں کا سامان اس کو قیامت تک برابر ملتا رہے۔ اس طرح اس نے اپنے نظامِ ہدایت' یعنی کتاب و سنت کو بھی محفوظ کردیا کہ جب تک اس زمین پر انسان زندہ ہے' ہر زمانہ میں راہِ راست کی طرف اس کی رہنمائی ہوتی رہے۔

اللہ نے یہ سارے احسانات اس لیے کیے ہیں کہ اس کو اپنے بندوں سے محبت ہے' وہ ان کا دوست' ہمدرد' خیرخواہ اور غم گسار ہے۔

محبت کا اِظہار

اپنی محبت کا اظہار اللہ نے اسی ماہ رمضان کی شب نزول قرآن اور روزہ کے احکام کے ساتھ کیا ہے۔

> وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرہ ۲: ۱۸۶)

اور اے نبیؐ! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں بتا دو کہ میں ان

سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں، لہٰذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں، اور مجھ پر ایمان لائیں۔ (یہ بات تم انھیں سنا دو) شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔

کس محبت و پیار سے کہا ہے کہ میں انؐ سے قریب ہوں، اور کوئی پکارے تو اس کو اس کی پکار کا جواب بھی دیتا ہوں کہ اس کی آرزو اور مراد پوری کر دیتا ہوں!

محبت کرنے والوں کی تلاش

اس محبت کے لیے صرف شرط یہ ہے کہ اس کو پکارنے والے اس کی دعوت کو دل و جان سے قبول کریں، اس کے پیغام پر لبیک کہیں اور اس کے لیے تن من دھن سے ہمیشہ تیار رہیں۔

اس کی دعوت، اس کا کلام، اس کا پیغام، اس آخری کتاب قرآن میں محفوظ ہے جو شب قدر میں نازل ہوا۔ شب قدر میں اس کی طرف سے سلامتی لے کر، فرشتے اور روح القدس جبریل امین، عالمِ انسانی کے افق پر اللہ سے محبت کرنے والوں کی تلاش میں آتے ہیں، کہ ہے کوئی اس سے محبت کرنے والا بندہ، جو اپنی زندگی کے سارے دکھ درد لیے، اس مبارک رات کی تنہائی میں، اپنے رب کو دل کی گہرائیوں سے پکار رہا ہو، اس کے حضور رکوع و سجود کر رہا ہو، اس کے کلام ہدایت کو شوق و ذوق سے پڑھ رہا ہو، اور سراپا آرزو بنے اس کے قرُب کو تلاش کر رہا ہو۔ اس کی حسرتیں، اس کی آرزوئیں، اس کی چشم تر سے آنسو بن بن کر بہہ رہی ہوں۔ اس کی آہیں اس کے ہونٹوں پر لرز رہی ہوں، اور وہ اپنے مالک کو پکار رہا ہو، برابر پکارے جا رہا ہو: "اے میرے اللہ، اے میرے رب، اے میرے مالک، اے میرے آقا!"

اور جب رب العالمین کی طرف سے اس بے قرار بندہ کی پکار کا جواب آفاق میں گونجتا ہے تو اس مُقدّس رات میں نازل ہونے والے فرشتے اور روح القُدس، شب بیدار بندہ کے دامان مُقدّر میں، اللہ کی رحمت و مغفرت اور سلامتی کے اجر و انعام کو ڈال دیتے ہیں۔

شب قدر کا جشن منانے والو! اس رات کی برکتیں محفلوں سے کہیں زیادہ تنہائی کے لمحوں میں ملتی ہیں۔ اللہ کی طرف یکسُو ہو کر بیٹھ جاؤ، دلوں کے چراغ جلاؤ اور بے اختیار اپنے رب کو پکارو۔

اے میرے رب، میرے آقا، میرے مالک، میرے اللہ، اللہ، اللہ، اللہ۔

ترمذی، مسند احمد، ابن ماجہ اور مشکوٰۃ کی متفقہ روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسولؐ، اگر میں

شب قدر پاؤں تو کونسی دعا پڑھوں۔ تو آپؐ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عُفُوٌّ تُحِبُّ العَفوَ فَاعفُ عَنِّی۔

اے اللہ، بے شک تو عفو و مغفرت والا ہے۔ عفو و مغفرت کو پسند کرتا ہے۔ مجھے بھی معاف کردے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بھی لیلۃ القدر میں، اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے، شب بیداری کی، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۳

عیدالفطر

رحمتوں، شفاعتوں، نذرانوں اور شکرانوں کا جشن

اسلامی معاشرہ میں عیدالفطر کی اہمیت

اسلام کا سماجی نظام اپنی اصل کے اعتبار سے ایک بہت بڑا اخلاقی نظام ہے۔ اس کی عبادات اور معمولات کا سارا دارومدار اعلیٰ اخلاقیات پر ہے۔ فکروخیال کی پاکیزگی، اعمال میں راست روی، معاملات میں دیانت داری، معاشرت میں خوش اطواری اور روابط و تعلقات میں میانہ روی اس کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

جنت کا معاشرہ

اسلام انسانی زندگی کے لیے محض دنیاوی سکیم کی حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ وہ اپنی روح اور اپنے احکام کے اعتبار سے ایک وسیع ترین "دو جہانی سکیم" ہے۔ اسلامی فکر کے لحاظ سے دوسری دنیا کوئی تخیلی اور مثالی دنیا نہیں بلکہ ایک حقیقی جیتی جاگتی دنیا ہے، ایک ٹھوس اور واقعی دنیا جو انسانی تہذیب و تمدن کے ایک نہایت ہی اعلیٰ ترین معیار کو پیش کرے گی۔ اس مکمل ترین دنیا میں بسنے والے انسانوں کو، جن کا مسکن فردوسِ بریں ہو گا، اتنا کامل الاختیار بنا دیا جائے گا کہ وہ، قوانین طبعی کے تحت نہیں بلکہ قوانین طبعی، ان کے زیرِاختیار ہوں گے۔

جنت کا یہ مہذب ترین معاشرہ دراصل انسانی ترقی کی وہ معراج ہوگی جس کا حقیقی تصوّر کرنا

بھی یہاں محال ہے۔ ظاہر ہے جنت کے اس اعلیٰ ترین معاشرہ میں اتنے وسیع اور ناقابل قیاس اختیارات تیسرے درجے کے گھٹیا اخلاق اور ناقص معیار والے انسانوں کے ہاتھ میں نہیں دیے جا سکتے جو نفس پرست' خودغرض' ظلم پیشہ' بدخُلق' گندہ دہن' گندہ دل' گندہ ذہن' گندہ رُو' گندہ پیرہن ہوں۔ جو سوچیں تو بُرا سوچیں' بولیں تو بُرا بولیں اور چلیں تو بُری راہ چلیں' کریں تو بُرے کام کریں۔ منطقہ جنت میں ایسے ہی انسان بسائے جائیں گے جو حسنِ ذوق' حسنِ خیال' حسنِ فکر' حسنِ گفتار اور حسنِ کردار غرض ہر اعتبار سے "انسان کامل" ہوں۔

تربیت کا نظام

اس اعلیٰ ترین شستہ اور پاکیزہ "اُخروی معاشرہ" کے لیے اسلام ایک تربیتی نظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ان تمام انسانوں کو جو اللہ' اللہ کے رسولؐ اور آخرت کی اس حقیقی زندگی پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ منطقہ جنت کا شہری بنانے کی ہمہ پہلو تربیت دیتا ہے۔ اس دنیا میں وہ ایک ایسا معاشرتی' سیاسی' معاشی اور تہذیبی ماحول بناتا ہے جس میں انسانی صلاحیتوں اور کمالات کے نشوونما پانے کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں اور انسانی مواد مفید اور پاکیزہ مقاصد کے لیے از خود منظم و مربوط ہوتا چلا جاتا ہے۔

روزہ' ایک کورس

اسلامی عبادات' اسلام کے اس تربیتی نظام کا ضروری اور لازمی حصہ ہیں اور وہ اس کے مقاصد و نتائج کو حاصل کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ رمضان کے روزے بھی اس نظامِ تربیت کا اہم ترین کورس ہیں۔ روزہ کے ذریعہ تسخیرِ خودی' ضبطِ نفس' اعتدالِ مزاج' تنظیمِ عادات اور دوسرے تمام تر اخلاقی محرکات کو ابھارا جاتا ہے تاکہ ناقص اور خام انسانی مواد روزہ کی بھٹی میں تپ کر ہر طرح کے کھوٹ اور آلائشوں سے پاک ہو جائے' انسان کی شخصیت نکھر اور سنور جائے' اس کا کردار اس درجہ پختہ اور مضبوط ہو جائے کہ وہ جہانِ آخرت میں اللہ کے نائب اور نمائندہ کی حیثیت سے نظامِ کائنات کے وسیع تر اختیارات کو سنبھالنے اور منشاءِ خداوندی کے مطابق ان کو استعمال کرنے کا اہل سمجھا جائے۔

اختتامی تقریب

جب تیس دن کا یہ تربیتی کورس مکمل ہو جاتا ہے تو اس کی اختتامی تقریب منعقد کی جاتی ہے جس میں اسلامی معاشرہ کے افراد اپنی تربیت کی تکمیل اور اُخروی معاشرہ کے رہن سہن کی

صلاحیت اور سلیقہ پیدا کرلینے پر خوشی مناتے، بطور شکرانہ کے اللہ کے حضور فطرہ کی نذر پیش کرتے اور اس کی تعظیم و تکبیر کے لیے دوگانہ عید ادا کرتے ہیں۔ اسی مسرت انگیز تقریب کا نام عیدالفطر ہے۔

فطر کی اہمیت

مختلف قوموں کے بیشتر تہوار شخصیتوں یا قومی کارناموں سے نسبت رکھتے ہیں۔ ہماری یہ عید تہواروں سے قطعی مختلف ہے۔ یہ نہ کسی شخصیت سے منسوب ہے اور نہ کسی قومی واقعہ یا کارنامہ سے، بلکہ یہ ایک ایسی منفرد عید ہے جس کی کوئی مثال اقوام و مذاہب کے تہواروں میں نہیں ملے گی۔ یہ عید ایک نیکی سے منسوب ہے، ایک ایسی نیکی جو خلقِ خدا کی بھلائی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ عیدالفطر کا نام ہی بتا رہا ہے کہ یہ فطرہ والی عید ہے۔ یہ فطرہ خیرات نہیں ہے کہ آدمی کا جی چاہے تو ادا کردے اور نہ چاہے تو ادا نہ کرے، بلکہ اسلامی مملکت میں یہ مسلمان شہریوں کا ایک ایسا قانونی فرض ہے جسے ادا نہ کرنے پر وہ سزا کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔۔۔ فطرہ اپنے اس قانونی تحفظ کے ساتھ ایک لازمی رفاہی اسکیم کی حیثیت رکھتا ہے جس میں حصہ لینا فطرہ ادا کرنے کی اہلیت و استطاعت رکھنے والے ہر بالغ و نابالغ مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔

رمضان ہمارا مہمان

برکتوں والا مہینہ رمضان ایک معزز آسمانی مہمان تھا جو تیس دن تیس راتوں تک مسلم معاشرے میں مقیم رہا۔

وہ ہمارا مہمان تھا۔ ہمارے گھروں میں، سحر و افطار، تراویح و تہجد میں، اور پھر دن بھر روزہ کے مبارک لمحوں میں ہمارے ساتھ ساتھ رہا۔

وہ آیا تھا تو خالی ہاتھ نہیں آیا تھا۔ اپنے شب و روز کے خریطوں میں رحمتوں، برکتوں، نعمتوں اور شفاعتوں کے تحفے بھر بھر کر لایا تھا، یہ تحفے اللہ رب العزت کی بارگاہِ خاص سے عنایت کیے گئے تھے کہ میری دنیا میں جاؤ اور میرے وفا شعار دوستوں کو ڈھونڈو، جو وہاں مجھے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور ان کے دامن ہمارے ان پاکیزہ تحفوں سے بھر دو۔

ہمارا یہ معزز مہمان، ماہِ صیام رحمتوں اور برکتوں کی سوغاتوں سے لدا پھندا اللہ کے دوستوں کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ جہاں کسی کو سنا کہ اللہ کو پکارتا ہے، اس نے اس کے دامنِ طلب کو ہدیۂ دوست سے بھر دیا۔ رحمتوں، برکتوں، نعمتوں اور شفاعتوں سے مالا مال کردیا۔

اب جبکہ وہ ہمارے درمیان سے رخصت ہوگیا تو جاتے ہوئے بھی وہ خالی ہاتھ نہ گیا۔ آتے

ہوئے وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہدیوں، تحفوں، رحمتوں اور برکتوں کو اٹھا کر لایا تھا، اور اب جاتے وقت وہ اس کے بندوں کی عبادتوں، نیکیوں، بھلائیوں کو اکٹھا کر کے لے گیا ہے۔

وہ یہ نذرانے اللہ کے سامنے پیش کرے گا، وہ اس کے حضور ایک ایک روزہ کی سفارش و شفاعت کرتے ہوئے کہے گا:

"اے رب! میں نے اس کو کھانے پینے اور شہوات سے دن بھر روکے رکھا تھا، اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔"

اس کی تائید کرتے ہوئے، قرآن بارگاہ رب العزت میں عرض کرے گا:

"اے رب! میں نے اسے رات کے آرام سے روکے رکھا تو میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔"

اللہ ان دونوں کی شفاعت کو قبول کرکے اس روزہ دار مومن کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دنیا و آخرت میں بہتر اجر سے نوازے گا (بروایت عبداللہ بن عمرؓ)۔

مہمان کے ساتھ سلوک

آج عیدالفطر کے دن، اللہ کے دربار میں، ماہِ رمضان دنیا میں پورے تیس دن تک اپنے قیام کی رپورٹ پیش کر رہا ہے اور نام بنام بتاتا جا رہا ہے کہ اس کے ساتھ کس نے کیا سلوک کیا۔ کون اس کی آمد پر خوش ہوا، اور کس نے اسے دیکھ کر تیوریاں چڑھا لیں، کس نے اس کی آؤ بھگت کی اور روزہ داری اور نیکو کاری سے اس کی خاطر تواضع کی، اور کس نے اس کو اپنے گھر میں گھسنے نہیں دیا اور دور ہی سے اسے پھٹکار دیا۔

اس دن ان دونوں طرح کے لوگوں کے لیے ایک بہتر موقع ہے۔ ان کے لیے جو اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں سے اللہ کے فرستادہ اس معزز مہمان کی قدر نہ کرسکے، اور ان لوگوں کے لیے بھی جنھوں نے دل و جان سے اس کی خدمت کی، کہ وہ اس وقتِ خاص میں بارگاہِ رب العزت میں سچے دل سے نذرانہ پیش کریں، اس کے حضور صف بستہ ہو جائیں اور اظہارِ اطاعت کے لیے سربسجود ہو جائیں۔

یہ نذرانہ اور اظہارِ اطاعت، کوتاہ عمل بندوں کے لیے دربار الٰہی سے بخشش و مغفرت کا وسیلہ بن جائے گا اور نیکو کار بندوں کے لیے رحمت و برکت کا ذریعہ۔

اس عالی مرتبت دربار کے لیے قیمتی سے قیمتی چیز بھی لائقِ پیشکش نہیں ہو سکتی، اس کے دربار کا انمول تحفہ تو صرف ایک ہی ہے کہ اس کے مستحق بندوں کی حتی المقدور مدد کی جائے،

خلق کی خدمت ہی وہ سوغات ہے جو وہاں مرغوب و پسند ہے۔

فطرہ اور دوگانہ عید

اس موقع خاص کے لیے بہترین نذرانہ، فطرہ ہے۔
اور بارگاہِ الٰہی کے حضور اظہارِ اطاعت، صلوٰۃ ہے۔

عیدالفطر کی تقریب دو اہم باتوں پر مشتمل ہے، ایک فطرہ دوسری دو گانہ نماز۔ فطرہ حقوق العباد سے متعلق ہے، اور نماز عید حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے ان دونوں چیزوں، نماز اور فطرہ میں سے فطرے کو نماز پر ترجیح دی ہے۔ اوّل یہ کہ اس عید کا نام ہی فطرہ کی نسبت سے عیدالفطر رکھا۔ دوسرے یہ کہ فطرہ کی ادائیگی کو نماز کی ادائیگی سے اوّل رکھا، اور وہ بھی سخت تاکید کے ساتھ کہ نماز سے پہلے فطرہ ادا کرو۔ یہ اصرار اور تاکید ایسی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ جو نماز سے پہلے بغیر کسی عذر کے فطرہ ادا نہ کرے، اللہ کے حضور اس کی آمد پسندیدہ نہیں۔

• جشنِ عید کا آغاز فطرہ سے ہوتا ہے۔ یہ بارگاہِ الٰہی میں بندوں کی طرف سے ایک نذرانہ ہے جو بذاتِ خود ایک التجا اور عرضداشت کی حیثیت رکھتا ہے کہ

> اے اللہ، اگر ہمارے روزوں میں کوئی کمی رہ گئی ہو، یا ہم نے ماہِ صیام کی عبادتوں میں کوئی قصور و کوتاہی کی ہو، تو اس فطرہ کو اس کی تلافی کے لیے قبول فرمالے، اور ہماری نمازوں کو، ہمارے روزوں کو، ہماری نیکیوں اور بھلائیوں اور تلاوتِ قرآن کو قبول فرمالے، اور ہمارے حق میں ماہِ صیام اور مقدّس قرآن کی سفارش و شفاعت کو منظور کرلے۔

اس فطرہ کو ادا کرنے کے بعد رمضان کی ذمہ داریوں کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تکمیل فرض کی خوشی میں سجدۂ شکر بجا لانا چاہیے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کردیا۔ عید کی دوگانہ نماز دراصل اسی شکرانہ کی نماز ہے۔ اس نماز میں عام نمازوں سے زیادہ تکبیریں کہنے کی یہی عارفانہ توجیہہ ہے کہ اس کے خادم، تکمیلِ خدمت کی خوشی میں بے خود ہوجاتے، اور والہانہ طور پر اپنے آقا کا نام لے لے کر پکارتے ہیں، اس کی عظمت و کبریائی کا اعلان کرتے ہیں، اور اس کی حمد و تقدیس بیان کرتے ہیں۔

رفاہِ عامہ

عیدالفطر ایک تہوار نہیں بلکہ رفاہ عامہ کی ایک تدبیر بھی ہے۔ جو فطرہ دینے کا اہل ہو اور

فطرہ نہ دے' تو اس کی عید ادھوری رہ جاتی ہے' کیونکہ وہ ماہِ صیام کی تربیت کو جھٹلاتا ہے' جو غریبوں' مستحقوں کو سہارا دینے اور پسماندہ خاندانوں کو معاشرے کی سطح تک پہنچانے کے لیے ایثار و قربانی کے جذبات پیدا کرتی اور بھوک پیاس کی تکلیف کا احساس دلاتی ہے۔ فطرہ میں جو اجناس یا نقد روپیہ اسلامی معاشرہ کا ہر فرد ادا کرتا ہے وہ مجموعی طور پر ملک و ملّت کے پسماندہ اور مستحق افراد کی وسیع پیمانے پر مدد کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس طرح عیدالفطر اور دوسرے تمام اسلامی تہوار ہر سال قومی دولت کو معاشرے کے ہر طبقہ میں گردش میں رکھتے ہیں۔

عبادت

عیدالفطر ایک جشن مسرت ہی نہیں' ایک عبادت بھی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی عبادت یعنی روزہ کا اختتام ہے۔ فطرہ ادا کرنے کے بعد یوم فطر کی سب سے پہلی مشغولیت عید کی نماز ہے جو اللہ کے حضور بطور شکرانہ ادا کی جاتی ہے۔ اسلامی معاشرہ کے تمام افراد کا عید گاہ میں جمع ہونا' مل کر اللہ کی تکبیر بلند کرنا' اس کی حمد و ثنا بیان کرنا' اس کے حضور رکوع و سجود کرنا' اس کی بارگاہ کرم سے مغفرت طلب کرنا' بھلائیوں اور رحمتوں کی دعائیں مانگنا شکروعبادت کی ایک ایسی مقدس فضا پیدا کردیتا ہے کہ دل ایک دوسرے کی طرف جھکنے اور سب کے لیے ایک ہونے اور نیک بننے کی ترغیب پیدا ہو جاتی ہے۔

ہم ایک ہیں

نمازِ عید کی یہ اجتماعی تقریب جس میں چھوٹے بڑے ہر رنگ' ہر نسل' ہر قبیلہ' ہر برادری' ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان اکٹھے ہو جاتے ہیں' مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والوں' مختلف زبان بولنے والوں کی یہ یکجائی ان کے باہمی اتفاق و اتحاد کے رجحان کو تقویت دیتی ہے' اور یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم علیحدہ نہیں' ہم ایک ہیں' ہم غیر نہیں' ہم بھائی ہیں' ہمارا خدا ایک ہے' ہمارا رسول ایک ہے' ہمارا قبلہ ایک ہے' ہمارا قرآن ایک ہے' ہمارا مسلک اور دین ایک ہے اور ہم ایک بہت بڑی عالمی برادری ہیں جو خدا کی وفاداری اور اطاعتِ رسول کی پیروی و متابعت کے پاکیزہ اصولوں پر وجود میں آئی ہے' ہم کو ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایک دوسرے سے محبت و معاونت کرنا چاہیے' عیدِ سعید کا یہی مقصود اور یہی پیغام ہے۔

عیدالفطر کے دن معمولات نبویؐ

جب ماہ صیام کے دن پورے ہو جاتے' عید کا چاند دیکھ لیا جاتا' اور ایک شب گزر جاتی' تو

صبح اللہ کے رسولؐ حسبِ معمول مسجدِ نبوی میں نماز فجر کی امامت فرماتے۔ پھر آپؐ اپنے کاشانہ مبارک میں تشریف لے جاتے۔ جب کچھ دن چڑھ جاتا تو آپؐ غسل فرماتے، اور اپنے کپڑوں میں صاف ستھرا اجلا لباس زیب تن فرماتے، آنکھوں میں سُرمہ پھیرتے، کپڑوں میں خوشبو ملتے، سر کے بالوں میں تیل ڈالتے اور کنگھے سے سنوارتے، پھر آپؐ چند کھجور، دودھ اور جو کچھ بھی اس وقت میسر ہوتا نوش فرماتے۔ اس کے بعد اپنے اصحاب کے ساتھ عیدگاہ تشریف لے جاتے اور وہاں جو پہلا کام آپؐ کرتے وہ نماز تھی۔ جب لوگ صفوں کو درست کر لیتے تو آپؐ عید کی دو رکعتیں زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھتے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت بلالؓ کا سہارا لے کر کھڑے ہو جاتے، پھر آپؐ مجمع سے جو آپؐ کا خطبہ سننے کے لیے بے چینی سے منتظر ہوتا، خطاب فرماتے، لوگوں کو نصیحت فرماتے، ان کو ہدایات و احکام دیتے۔